المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری

(۵)

(مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین)

صحیح مختلف فیہ کی تیسری قسم | فرماتے ہیں

"صحیح مختلف فیہ کی تیسری قسم وہ حدیث ہے جس کو ایک ثقہ کسی امام سے مسنداً روایت کرے اور ثقات کی ایک جماعت اس کو مرسلاً بیان کرے"

"ایسی احادیث فقہاء کے مذہب پر صحیح ہیں کیونکہ ان کے نزدیک جب ثقہ اور معتبر راوی اسناد میں زیادہ بیان کرے تو اسی کے قول کا اعتبار ہے لیکن ائمہ حدیث کے نزدیک ان سب لوگوں کا قول ہی معتبر ہوگا جنھوں نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے کیونکہ ایک شخص کے متعلق وہم کا ڈر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا اور دو سے دور ہی رہتا ہے"

سابق میں بحث مرسل میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ مراسیل احادیث صحیحہ میں داخل ہیں اور واجب العمل ہیں سلف صالحین اور امت کی اکثریت اس سے احتجاج کی قائل ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک تو ایسی روایت بدرجہ اولیٰ صحیح ہے۔ اور جب سلف میں ارسال حدیث کا دستور بلانکیر شائع و ذائع تھا تو پھر ایسی حدیث کو صحیح نہ سمجھنا کیا معنی اور ایسی صورت میں مرسل بیان کرنے والوں اور مرسل روایت کرنے والوں میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے کہ خواہ مخواہ اس صورت میں اختلاف فرض کیا گیا۔ شیخ نے ایک دفعہ مرسل بیان کی تلامذہ نے ویسے ہی روایت کردی پھر کسی شاگرد نے اسناد پوچھی اس نے مسنداً بیان کردی یا بلا سوال ہی کسی شاگرد کو حدیث کی اسناد بھی بیان کردی اس نے

غور فرمائیے ان دونوں کے بیانات میں تعارض کونسا لازم آیا شیخ کو کیا خبر تھی کہ آنے والے زمانے میں لوگ حدیث مرسل کو صحیح ماننے ہی سے انکار کر دینگے اول تو حدیث مرسل خود ہی حجت ہے پھر مزید یہ کہ وہ مسنداً بھی مروی ہے مگر اب بھی اصحاب حدیث اسے صحیح نہ مانیں تو اُسے کیا کہیے۔

طرفہ یہ کہ یہی حدیث اگر مرسلاً موجود نہ ہوتی اور بالکل اسی اسناد سے مسنداً روایت کی جاتی تو یہی ائمہ حدیث اسے صحیح سمجھتے اور اس پر عمل ضروری خیال کرتے مگر اب جبکہ وہ مرسلاً موجود ہے تو سرے سے ناقابل قبول۔ دارقطنی اور بیہقی وغیرہ محدثین کے پاس احناف کی احادیث کا بس ایک یہی جواب ہوتا ہے کہ فلاں نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے اور فلاں نے مسنداً اور چونکہ اس میں ارسال ہے اس لیے ضعیف ہے۔ غرض ارسال کا شائبہ بھی بُرا ہے۔

واعظ ثبوت لائے جو مے کے جواز میں   اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا ہی چھوڑ دے

بلاشبہ اکثر اصحابِ حدیث کا یہی خیال ہے جس کو حاکم نے بیان کیا تاہم محققین محدثین کا فیصلہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

واما اذا رواه بعض الثقات
الضابطين متصلا وبعضهم مرسلا
او بعضهم موقوفا وبعضهم مرفوعا
او وصله هو او رفعه في وقت و
ارسله او وقفه في وقت فالصحيح
الذی قاله المحققون من المحدثين
وقاله الفقهاء واصحاب الاصول
وصححه الخطيب البغدادي ان الحكم

اور جبکہ بعض ثقات ضابطین متصل روایت
کریں اور بعض مرسلاً یا بعض موقوفاً بیان کریں
اور بعض مرفوعاً یا خود ہی ایک وقت مسنداً یا
مرفوعاً روایت کرے اور دوسرے وقت مرسلاً
یا موقوفاً پس وہ صحیح قول جو کہ محققین محدثین
کا ہے اور فقہاء اور ارباب اصول جس کے
قائل ہیں اور خطیب بغدادی نے جس کی
تصحیح کی ہے یہ ہے کہ فیصلہ اُسی کے حق۔

لمن وصلہ او رفعہ سواء کان المخالف لہ مثلہ او اکثر او احفظ لانہ زیادۃ ثقۃ وھی مقبولۃ [1]

میں ہوگا جس نے اُس کو مسنداً یا مرفوعاً روایت کیا ہے خواہ اس کی مخالفت کرنے والا اسی جیسا ہو یا اُس سے تعداد میں زیادہ یا اس سے بڑا حافظ ہو کیونکہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

رہی وہ حدیث جو حاکم نے اس سلسلہ میں استدلال کے طور پر پیش کی ہے کہ

الشیطان مع الواحد وھو من الاثنین ابعد۔

کہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور رہتا ہے۔

تو اس کے بارے میں امام ابو یوسف کا وہ جملہ یاد آتا ہے جو اُنہوں نے اپنی بے نظیر تالیف الرد علی سیر الاوزاعی میں تحریر فرمایا ہے کہ

والحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معان ووجوہ وتفسیر لا یفہمہ ولا یبصرہ الا من اعانہ اللہ تعالیٰ علیہ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے کچھ معنے کچھ توجیہیں اور کچھ تفسیریں ہوتی ہیں جن کو بجز اس کے کہ جس کی اللہ تعالیٰ اعانت فرمائے اور کوئی نہ سمجھ سکتا ہے نہ جان سکتا ہے۔

اگر حدیث کے وہی معنے ہیں جو حاکم نے لیے ہیں تو اس اصول پر تو کسی تنہا شخص کی کوئی روایت صحیح نہیں ہوسکتی وھل ھی الا ثلمۃ تہدم الاسلام۔

صحیحین میں ایسی حدیثیں موجود ہیں

پھر یہ بھی خیال رہے کہ خود صحیحین میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جن

---

[1] مقدمہ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲ طبع مصر [2] الرد علی سیر الاوزاعی طبع مصر ص ۱۴۔ یہ کتاب مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

کے وصل وارسال میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ امیر یمانی حافظ ابن حجر سے ناقل ہیں۔

واما ما اختلف فی وصلہ وارسالہ	ایسی حدیثیں جن کے وصل وارسال میں اختلاف
ففی الصحیحین منہ جملۃ وقد تعقب	ہے ان کا ایک حصہ صحیحین میں منقول ہے
الدارقطنی بعضہ فی البیع[1]	چنانچہ بیع کی بعض احادیث پر دارقطنی نے گرفت کی ہے۔

اپنے بیان کے خلاف خود حاکم کا عمل | یہ بھی واضح رہے کہ خود حاکم نے اپنے اس اصول کی مستدرک میں سختی سے مخالفت کی ہے چنانچہ جابجا اس کے برخلاف اس میں تصریحات موجود ہیں۔ مثلاً حدیث ابن عباس اذا اصابھا فی الدم فدینار واذا اصابھا فی انقطاع الدم فنصف دینار پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قد ارسل ھذا الحدیث واوقف	یہ حدیث مرسل بھی روایت کی گئی ہے اور موقوف
ایضاً ونحن علی اصلنا الذی اصلناہ	بھی مگر ہم اپنے اسی اصول پر ہیں جو ہم نے قائم
ان القول قول الذی یسند ویصل	کیا ہے کہ اسی کی بات مانی جائیگی جو مسنداً
اذا کان ثقۃ[2]	اور متصلاً روایت بیان کرے بشرطیکہ وہ ثقہ ہو۔

اسی طرح کتاب الایمان میں صقعب بن زہیر کی حدیث اور کتاب العلم میں "لا تعلموا العلم لتباھوا بہ العلماء الحدیث[3]" کے ذیل میں اسی قسم کی تصریح موجود ہے۔

صحیح مختلف فیہ کی چوتھی قسم | کے متعلق حاکم کا بیان ہے۔

"صحیح مختلف فیہ کی چوتھی قسم محدث کی وہ روایات ہیں جن کا وہ نہ عارف ہے نہ حافظ جیسا کہ ہمارے زمانے کے بیشتر محدثین کا حال ہے۔ حدیث کی یہ قسم اکثر محدثین کے نزدیک قابل احتجاج ہے لیکن امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ اس کو حجت نہیں سمجھتے امام ابوحنیفہ کی روایت اس بارے

---

[1] توضیح الافکار قلمی ص ۵۵ [2] دیکھو مستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۱۷۲ [3] ایضاً ج اص ۹۴ [4] ایضاً ج اص ۸۶

میں درج ذیل ہے۔

حدثنا ابو احمد محمد بن احمد بن شعیب العدل ثنا اسد بن نوح الفقیہ ثنا ابو عبداللہ محمد بن مسلمۃ عن بشر بن الولید عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ انہ قال لا یحل للرجل ان یروی الحدیث الا اذا سمعہ من فم المحدث فیحفظہ ثم یحدث بہ	امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ سے راوی ہیں کہ کسی شخص کو اس وقت تک حدیث بیان کرنا روا نہیں جب تک کہ محدث کے منہ سے سُن کر اُسے یاد نہ کرلے اور بیان کرتے وقت تک اسے حفظ نہ رکھے[1]

اور امام مالک کے متعلق معن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے اُن کو فرماتے ہوئے سُنا اس شخص سے علم نہ لیا جاوے جو اپنی بیان کردہ حدیثوں کا عالم نہ ہو۔ امام موصوف کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں بہت سے ارباب صلاح کو پایا لیکن ان میں سے کسی ایک سے بھی حدیث کا ایک حرف بیان نہیں کرتا۔ سوال کیا گیا اے ابو عبداللہ (یہ امام مالک کی کنیت ہے) ایسا کیوں؟ فرمایا "اس لیے کہ وہ جو حدیثیں بیان کرتے تھے اُن کو سمجھتے نہ تھے"

حافظ سیوطی تدریب الراوی میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا مذہب نقل کرکے لکھتے ہیں۔

وھذا مذھب شدید وقد استقر العمل علی خلافہ فلعل الرواۃ فی الصحیحین	یہ سخت مذہب ہے اور عمل اس کے خلاف قرار پایا ہے کیونکہ غالباً صحیحین کے ان رواۃ

---

[1] ایک مرتبہ سید الحفاظ یحییٰ بن معین نے (جن کے متعلق امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ جانیں وہ حدیث ہی نہیں) امام صاحب کی توثیق کرتے ہوئے آپ کی اسی خصوصیت کو واضح کیا ہے چنانچہ حافظ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں بسند متصل ان سے ناقل ہیں۔

کان ابو حنیفۃ ثقۃ لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (تاریخ بغداد ص ۴۱۹ ج ۱۳ طبع مصر)	امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی بیان نہیں کرتے۔

ممن یوصف بالحفظ لا یبلغون النصف[۱] — کی تعداد جو حفظ سے موصوف ہیں نصف تک نہیں پہنچتی۔

صحیح مختلف فیہ کی پانچویں قسم | کے متعلق ارشاد ہے۔

"صحیح مختلف فیہ کی پانچویں قسم مبتدعہ اور اصحاب الاہواء کی روایات ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک مقبول ہیں جبکہ یہ لوگ سچے اور راستباز ہوں۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح میں عباد بن یعقوب رواجنی سے حدیث بیان کی ہے اور ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کہتے تھے۔

حدثنا الصدوق فی روایتہ المتھم فی دینہ عباد بن یعقوب — ہم سے عباد بن یعقوب نے حدیث بیان کی جو اپنی روایت میں سچا اور دین میں متہم تھا۔

اسی طرح بخاری نے صحیح میں محمد بن زیاد الالہانی، جریر بن عثمان رحبی سے احتجاج کیا ہے۔ حالانکہ ان کے متعلق نصب کی شہرت ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم دونوں ابومعاویہ محمد بن حازم، اور عبیداللہ بن موسیٰ سے احتجاج پر متفق ہیں حالانکہ یہ دونوں غالی مشہور تھے

لیکن مالک بن انس یہ کہتے تھے کہ اس بدعتی سے حدیث نہیں لی جائیگی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہو اور نہ اُس شخص سے جو لوگوں سے گفتگو میں دروغ بیانی سے کام لے، اگرچہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دروغ گوئی کا الزام نہ ہو"

احادیث صحیحہ کا انحصار صرف صحیحین ہی پر نہیں | حدیث صحیح کے یہ دہ گانہ اقسام بیان کرنے کے بعد حاکم رقمطراز ہیں:۔

"ہم نے دس قسموں پر احادیث کی صحت کے وجوہ بیان کر دیے اور اس سلسلہ میں جو اہل فن کا اختلاف تھا وہ بھی واضح کر دیا تاکہ کوئی وہمی اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ صرف وہی حدیثیں صحیح ہیں جن کی بخاری و مسلم نے تخریج کی ہے۔ کیونکہ جب ہم نے غور و تامل سے کام لیا اور بخاری کو دیکھا

۱؎ تدریب الراوی ص ۱۶۰ ۔

کہ انھوں نے اپنی تاریخ کو ان لوگوں کے اسماء پر جمع کیا ہے جن سے صحابہ کے زمانے سے لے کر ۲۵۵ھ تک حدیث کی روایت کی گئی ہے تو اُن کی تعداد چالیس ہزار مردوں اور عورتوں کے قریب پہنچی اور میں نے جب ان لوگوں کے اسماء کا شمار کیا جن سے صحیحین میں یا صرف صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں روایت موجود ہے تو وہ دو ہزار مردوں اور عورتوں سے بھی کم نکلے پھر ان چالیس ہزار میں سے ان لوگوں کو میں نے جمع کیا جن پر جرح ہوئی ہے تو کل دو سو چھبیس [۲۲۶] مرد ہوئے۔

اس لیے علم حدیث کے طالب کو یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ ناقلین حدیث کی اکثریت ثقات کی ہے اور صحیحین میں ان کے اوّل درجہ سے احتجاج کیا گیا ہے اور دیگر سارے راویوں کی اکثریت معتبر لوگوں کی ہے جن کی روایتیں صحیحین میں وجوہ سابق کی بنا پر درج نہ ہو سکیں"

حاکم نے مدخل اور مستدرک دونوں کتابوں میں اس پر بڑا زور دیا ہے کہ صحیح حدیثیں صرف صحیحین ہی میں منحصر و محدود نہیں ہیں بلکہ ان میں ان کا صرف ایک حصہ منقول ہے چنانچہ مستدرک علی الصحیحین کی تصنیف کی تو غرض و غایت ہی اس خیال کا ابطال تھا۔ اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

"امام بخاری و مسلم دونوں نے یا ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ حکم نہیں لگایا کہ بجز ان حدیثوں کے جن کو وہ روایت کر چکے ہیں اور کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ہمارے اس عہد میں مبتدعین کی ایک جماعت اٹھی ہے جو محدثین کو چھیڑ کر خوش ہوتی ہے کہ جتنی حدیثیں تمہارے نزدیک صحیح ہیں وہ دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتیں اور یہ اسانید جو ایک ہزار جزو یا اس سے کم و بیش پر مشتمل ہیں سب کی سب سقیم اور غیر صحیح ہیں۔

مجھ سے اس شہر کے اعیان علماء کی ایک جماعت نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں ایک ایسی کتاب مدوّن کر دوں جو اُن احادیث پر مشتمل ہو جو ایسی اسانید سے مروی ہوں جیسی شیخین کے نزدیک قابل احتجاج ہیں اس لیے کہ جس حدیث میں کوئی علت نہ ہو اسے صحیح سے خارج کرنے کی کوئی

سبیل نہیں اور شیخین نے کبھی اپنے متعلق اس قسم کا ادعا نہیں کیا۔[1]

مبتدعین تو ایک طرف رہے تعجب ہے کہ بعض اکابر محدثین تک اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے کہ شیخین کے نزدیک صحیح احادیث کی تعداد بس اتنی ہی ہے جتنی کہ صحیحین میں مذکور ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے شیخین پر نہایت سختی سے اعتراض کیا کہ وہ صحیح حدیثوں کی بڑی تعداد کو نظر انداز کر گئے، حالانکہ ان کو یہ بات زیبا نہ تھی۔

محدث نووی لکھتے ہیں:۔

"امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے بخاری و مسلم رضی اللہ عنہما کے لیے ان احادیث کی تخریج کو ضروری قرار دیا جن کو وہ ذکر نہ کر سکے۔ حالانکہ ان کی اسانید بعینہ وہی ہیں جن سے صحیحین میں روایتیں مذکور ہیں۔ دارقطنی وغیرہ نے یہ بھی کہا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں بیان کی ہیں وہ بالکل صحیح طریقوں سے مروی ہیں اور ان کے ناقلین پر کسی قسم کا کوئی طعن نہیں تاہم شیخین نے ان کی احادیث میں سے کچھ روایت نہیں کیا حالانکہ ان کے اصول پر ان حدیثوں کی روایت کرنا ان کو لازم تھا بیہقی کا بیان ہے کہ ہمام بن منبہ کے صحیفے سے بہت سی احادیث کی روایت پر دونوں متفق ہیں اور اس کی بعض روایات کو ایک نے بیان کیا ہے اور بعض کو دوسرے نے۔ حالانکہ سند ایک ہی ہے (اس لیے ان سب حدیثوں کا دونوں کو روایت کرنا ضروری تھا) دارقطنی اور ابو ذر ہروی نے اسی موضوع پر مختلف کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں شیخین کو الزام دیا ہے حالانکہ درحقیقت یہ الزام ان پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے صحیح کے استیعاب کا قطعاً التزام نہیں کیا بلکہ دونوں سے صحت کے ساتھ تصریح موجود ہے کہ انہوں نے استیعاب سے کام نہیں لیا بلکہ ان کا مقصد صحیح احادیث کے ایک حصہ کو مدون

---

[1] مستدرک ص ۳ ج ۱۔

کرنا ہے جس طرح کہ فقہ کے مصنف کا مقصد مسائل کے ایک حصہ کا جمع کرنا ہوتا ہے نہ کہ جمیع مسائل کا حصر[1]"

علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں ابن الجوزی سے اور طاہر جزائری نے توجیہ النظر میں ابن حبان سے شیخین کے متعلق اسی قسم کا الزام نقل کیا ہے[2]۔

درحقیقت اس غلط فہمی کی بنا یہ ہوئی کہ شیخین نے ان دونوں کتابوں کا نام صحیح رکھا اس سے دارقطنی وغیرہ یہ سمجھے کہ ان کے نزدیک اتنی ہی حدیثیں صحیح ہیں جتنی کہ صحیحین میں مذکور ہیں محدث امیر یمانی لکھتے ہیں

وکانہ فہمہ ہو ومن تابعہ من التسمیۃ بالصحیح انہ جمیع ما صح وما عداہ ضعیف[3]	غالباً دارقطنی اور ان کے تبعین صحیح نام رکھنے کی وجہ سے یہ سمجھے کہ صحیح جو کچھ ہے تمام تر یہی ہے اور اس کے ماسوا ضعیف ہے۔

حافظ ابوزرعہ رازی پر خدا کی ہزاروں رحمتیں نازل ہوں ان کی فراست ایمانی نے اس چیز کو پہلے ہی تاڑ لیا تھا۔ حافظ عبدالقادر قرشی رقمطراز ہیں :۔

"حفاظ کا بیان ہے کہ مسلم نے جب اپنی صحیح کی تالیف کی تو ابوزرعہ رازی کے سامنے اس کو پیش کیا ابوزرعہ نے اس پر ناپسندیدگی اور غصہ کا اظہار کیا کہنے لگے کہ تم نے اس کا نام صحیح رکھ کر اہل بدعت اور دوسرے لوگوں کے لیے ایک زینہ تیار کر دیا کہ جب ان کا کوئی مخالف کسی حدیث کو روایت کریگا تو کہہ دینگے کہ یہ تو صحیح مسلم میں نہیں ہے"۔

حافظ عبدالقادر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

فرحم اللہ ابا زرعۃ فقد نطق بالصواب	اللہ ابوزرعہ پر رحم کرے انہوں نے سچ فرمایا کیونکہ

---

[1] مقدمہ شرح مسلم للنووی ص ۲۴ ج ۱۔ [2] فتح المغیث ص ۱۷۔ توجیہ النظر ص ۹۲۔ [3] توضیح الافکار قلمی ص ۲

فقد وقع هذا [1] ایسا ہی ہوا۔

مستدرک میں حاکم کا سابقہ بیان آپ کی نظر سے گزرا کہ ان کے عہد میں بدعتیوں کی ایک جماعت ایسی اٹھ کھڑی ہوئی تھی جو صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں کی احادیث کو صحیح ماننے سے انکار کرتی تھی۔ اور اس سلسلہ میں محدثین کی چھیڑ خانی کو انہوں نے اپنا وطیرہ ہی بنا لیا تھا۔

واضح رہے کہ حاکم نے اس سلسلہ میں جو دعویٰ کیا ہے نہایت ہی مدلل ہے۔ ان کے سابقہ بیان میں صاف طور پر تصریح موجود ہے کہ

ناقلین حدیث کی اکثریت ثقات کی ہے

"صرف امام بخاری کی تاریخ میں چالیس ہزار ان اشخاص کا تذکرہ ہے جن سے حدیثیں مروی ہیں اور اتنی بڑی جماعت میں مجروحین کی تعداد اس قدر کم ہے کہ شمار کرنے پر بھی دو سو چھبیس سے زیادہ نہ بڑھ سکے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ناقلین حدیث کی اکثریت ثقات اور معتبر لوگوں کی ہے" اب صحیحین میں تو صرف دو ہزار راویوں سے حدیثیں منقول ہیں حالانکہ رواۃ ثقات کی تعداد ان سے نو گنی ہے جن کی بیان کردہ حدیثیں بالاتفاق صحیح ہیں پھر یہ دعویٰ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ صرف وہی حدیثیں صحیح ہیں جن کی بخاری و مسلم نے تخریج کی ہے خصوصاً جبکہ انہوں نے اس قسم کا کبھی کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان سے خود اس کے برخلاف نہایت کھلے لفظوں میں تصریحات موجود ہیں حافظ ابوبکر حازمی نے شروط الائمۃ الخمسہ میں بسند متصل امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

احفظ مائۃ الف حدیث صحیح منہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں حفظ ہیں۔

یاد رہے یہ تمام صحیح حدیثوں کی تعداد نہیں بلکہ صرف امام بخاری کی محفوظات کا شمار ہے۔ اور صحیح بخاری میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب کی تعداد مکررات، معلقات اور متابعات کو ملا کر بھی نو ہزار بیاسی ہے [2]۔ حافظ ابن کثیر الباعث الحثیث میں لکھتے ہیں۔

---

[1] الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۴۳۰ [2] الہدی الساری ج ۲ ص ۱۸۷۔ طبع مصر۔

"بلا شبہ بخاری و مسلم نے ان تمام احادیث کی روایت کا التزام نہیں کیا جن پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے خود بہت سی ان احادیث کو صحیح کہا ہے جو ان کی کتابوں میں موجود نہیں چنانچہ ترمذی وغیرہ بخاری سے ان احادیث کی تصحیح نقل کرتے ہیں جو بخاری میں موجود نہیں بلکہ سنن میں مروی ہیں"[1]

درحقیقت جیسا کہ محدث نووی نے بیان کیا ہے "ان کا مقصد استیعاب نہیں بلکہ صحیح احادیث کے ایک حصہ کو مدون کرنا ہے" حافظ حازمی نے بسند متصل امام بخاری کی تصریح نقل کی ہے

لم اخرج فی ھذا الکتاب الا صحیحا و ماترکت من الصحیح اکثر (ص۳۱)	میں نے اس کتاب میں صحیح حدیثیں ہی نقل کی ہیں اور جس قدر صحیح حدیثوں کو چھوڑدیا وہ اس سے بہت زیادہ ہیں

حافظ حازمی نے امام بخاری کا یہ بیان بھی بسند متصل نقل کیا ہے۔

کنت عند اسحٰق بن راھویہ فقال لنا بعض اصحابنا لو جمعتم کتابا مختصرا لسنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقع ذلک فی قلبی فاخذت فی جمع ھذا الکتاب (ص۳۱)	میں اسحٰق بن راہویہ کے پاس تھا کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص کی زبان سے نکلا "کاش تم لوگ کوئی مختصر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن میں مدون کردیتے" یہ بات میرے دل کو لگ گئی اور میں نے اس کتاب کو جمع کرنا شروع کردیا

حازمی اس بیان کو نقل کرکے لکھتے ہیں :۔

قد ظھر ان قصد البخاری کان وضع مختصر فی الصحیح ولم یقصد الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث (ص۳۱)	پس معلوم ہوا کہ بخاری کا مقصد صحیح حدیث کی ایک مختصر کتاب مرتب کرنا تھا اور استیعاب ان کا مقصد نہ تھا نہ رجال میں نہ حدیث میں

---

[1] منہج الوصول ص ۲۷ و ۲۸ ۔

یہ تو ہوئیں امام بخاری کی تصریحات ۔ امام مسلم کی تصریح خود صحیح میں موجود ہے فرماتے ہیں :-

لیس کل شی عندی صحیح وضعتہ ههنا [1] ۔ جتنی حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں وہ سب میں نے یہاں جمع نہیں کیں ۔

اور حافظ حازمی نے بسند متصل روایت کی ہے کہ

"مسلم جب رے میں پہنچے اور حافظ ابو عبداللہ بن وارۃ کے یہاں گئے تو وہ اُن سے اچھی طرح پیش نہیں آئے ۔ صحیح کی تصنیف پر عتاب کا اظہار کیا حافظ ابو زرعہ نے جو کہا تھا اسی کے قریب قریب اُنھوں نے بھی کہا ۔ اس پر مسلم نے معذرت کی اور فرمانے لگے کہ میں نے تو اس کتاب کی تخریج کر کے اس کو صحیح کہا ہے اور یہ نہیں کہا .... کہ جو حدیث اس کتاب میں روایت نہ کروں وہ ضعیف ہے لیکن اس کی تدوین اس لیے کی کہ یہ مجموعہ میرے پاس اور نیز اُن لوگوں کے پاس موجود رہے جو مجھ سے اس کتاب کو لکھیں اور ان احادیث کی صحت میں شبہہ نہ کیا جائے میں نے یہ نہیں کہا کہ اس کے علاوہ اور حدیثیں ضعیف ہیں ۔ حافظ ابن وارہ نے ان کی یہ معذرت قبول کی اور پھر ان سے حدیثیں بیان کیں" صہ ۲۴

غرض شیخین کی ان تصریحات کی موجودگی میں نہ مبتدعین کا خیال صحیح ہو سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کا وہ الزام جو اس بارے میں وہ شیخین پر عائد کرتے ہیں ۔ ہمارے خیال میں دارقطنی، ابن حبان اور بیہقی وغیرہ کو شیخین کی ان تصریحات پر اطلاع نہ ہو سکی ورنہ ان کو نہ اس الزام کے دینے کی ضرورت لاحق ہوتی نہ اس سلسلہ میں کسی تصنیف کی زحمت اُٹھانی پڑتی ۔

اس سلسلہ میں بعض خلاف تحقیق بیانات | افسوس ہے کہ ان تمام تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی بعض علماء نے

[1] صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۲۲ طبع مصر ۔

اس سلسلہ میں اس قسم کا اظہار خیال کیا کہ جو سراسر ان تصریحات کے منافی اور تحقیق کے بالکل خلاف ہے حافظ ابو عبداللہ بن الاخرم سے جو حاکم کے اساتذہ میں سے ہیں مقدمہ ابن صلاح میں منقول ہے۔

قل ما یفوت البخاری ومسلم مما یثبت من الحدیث یعنی فی الصحیحین ۱؎ — بخاری و مسلم سے صحیحین میں بہت ہی کم صحیح حدیثیں چھوٹتی ہیں۔

امام بخاری کا بیان ہے مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں، جس قدر صحیح حدیثوں کو میں نے ذکر نہیں کیا وہ نہ صرف زیادہ بلکہ بہت زیادہ ہیں، میرا خیال صرف ایک مختصر مجموعہ سنن کی تدوین کا تھا امام بخاری کی ان تصریحات کی موجودگی میں ابن الاخرم کے اس بیان کو ملاحظہ فرمائیے کہ تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

نووی کا بیان | تعجب تو نووی پر ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے ابن وارہ سے امام مسلم کی معذرت نقل کرتے ہوئے ۲؎ اور دار قطنی وغیرہ کی تردید میں اس قدر بلند آہنگ ہوتے ہوئے بھی یہ لکھ گئے

"لیکن شیخین جب کسی حدیث کو باوجود اس کے ظاہر میں صحیح الاسناد ہونے کے بالکلیہ ترک کردیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک ایسا کرے اور اس کی کوئی نظیر یا کوئی اور روایت جو اس کے قائم مقام ہوسکے اس باب میں ذکر نہ کریں تو ان کے حال سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو اگر اس حدیث کی روایت حاصل ہے تو یقیناً ان کو اس کے متعلق کسی علت کی اطلاع ہوگی اور احتمال اس کا بھی ہے کہ ان سے بھول کر ایسا ہوگیا یا کتاب کی طوالت کے خیال سے ایسا کیا ہو یا ان کے خیال میں دوسری حدیث نے اس کمی کو پورا کردیا ہو یا اور کوئی وجہ ہو"

غور فرمائیے کہ جو ظاہر تھا یعنی امام بخاری کی یہ تصریح کہ جس قدر صحیح حدیثوں کو میں نے چھوڑدیا

۱؎ مقدمہ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶۔ ۲؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۶۔

وہ بہت زیادہ ہیں، جن کے ترک کرنے کی وجہ میں خود فرماتے ہیں :۔

وترکت من الصحیح حتی لا یطول[1] اور بہت سی صحیح احادیث کو اس لیے چھوڑ دیا کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔

اس کو تو احتمال کر دیا اور جو احتمال تھا اور وہ بھی محض غیر موجود اسے ظاہر کہہ گئے۔

ابن صلاح کا بیان | اور شیخ ابن صلاح نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ

"جب ہم اجزاء حدیث وغیرہ میں جن کی روایت کی جاتی ہے کوئی حدیث صحیح الاسناد پائیں اور وہ صحیحین میں سے کسی ایک میں ہم کو نہ مل سکے اور نہ ائمہ حدیث کی معتمد و مشہور کتابوں میں اس کی صحت کی تصریح ہو تو ہم اُس کی صحت پر جزم کے ساتھ حکم لگانے کی جرأت نہیں کریں گے"[2]

اور آگے چل کر یہ بھی فرما دیا کہ

"پھر صحیحین سے زائد صحیح حدیثیں طلب کرنے والے کو چاہیے کہ ائمہ حدیث جیسے ابو داؤد سجستانی ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبدالرحمٰن نسائی، ابو بکر بن خزیمہ، ابو الحسن دارقطنی وغیرہ کی کسی مشہور اور معتمد کتاب سے لے جس کی صحت کی اس کتاب میں تصریح موجود ہو ورنہ مجرد حدیث کا سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، اور ان تمام لوگوں کی کتابوں میں جنہوں نے صحیح اور غیر صحیح کو جمع کیا ہے موجود ہونا کافی نہیں"[3]

حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن صلاح سے علوم الحدیث میں بعض ایسی سخت اصولی غلطیاں ہو گئیں جن کی وجہ سے بعد کے محدثین کو اس سلسلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کرنے کی ضرورت پیش آئی چنانچہ حافظ مغلطائی نے اصلاح ابن الصلاح اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے النکت علی ابن الصلاح لکھ کر ان کی اغلاط کو واضح کیا۔ حافظ زین الدین عراقی رقمطراز ہیں۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۴ [2] مقدمہ ابن صلاح ص ۱۲ [3] ایضاً ص ۱۶

الا ان فیہ غیر موضع قد خولف فیہ و — مگر ابن صلاح کی کتاب میں بہت سی جگہوں سے

اما کن اخر تحتاج الی تقئید و تنبیہ[1] — اختلاف کیا گیا ہے اور اس میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں پر کسی قید کے بڑھانے یا ٹوکنے کی ضرورت ہے

شیخ موصوف کی انہی اصولی غلطیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو ان کی مذکورہ بالا تحریر میں آپ کی نظر سے گزری کہ جب تک کوئی حدیث صحیحین میں نہ ہو یا ائمہ حدیث کی تصریح اس کی صحت کے متعلق نہ ہو تو گو وہ حدیث صحیح الاسناد ہو مگر پھر بھی اس کی تصحیح نہ کرنا چاہیے۔

غور فرمایئے کہ شیخ موصوف نے اس طرح تصحیح کو روک کر امت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحقیق کا دروازہ بند کر دیا۔ یہ اتنی بڑی غلطی تھی کہ بعد کو جس شخص نے بھی ان کے کلام کی تلخیص کی اُس نے ان پر اعتراض کیا چنانچہ حافظ ابن حجر قمطراز ہیں:-

قد اعترض علی ابن الصلاح کل من اختصر کلامہ[2] — جس شخص نے بھی ان کے کلام کی تلخیص کی اُس نے (اس سلسلہ) میں اُن پر اعتراض کیا۔

امام نووی تک ابن صلاح کے اس بیان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

والاظہر عندی جوازہ لمن تمکن و قویت معرفتہ[3] — میرے نزدیک جس میں اہلیت ہو اور جس کی معرفت قوی ہو اُس کے لیے تصحیح کا جائز ہونا زیادہ ظاہر ہے۔

حافظ زین الدین عراقی کا بیان ہے:-

وما رجحہ النووی ھو الذی علیہ عمل اھل الحدیث[4] — نووی نے جس کو ترجیح دی ہے اسی پر محدثین کا عمل ہے۔

حافظ ابن حجر نے نکت میں ابن صلاح کے اس خیال کی پوست کندہ تردید کی ہے جو تدریب الراوی

---

[1] التقیید والایضاح ص ۴ [2] تدریب الراوی ص ۴۷ [3] تقریب نووی متن تدریب ص ۴۶ [4] التقیید والایضاح ص ۱۲

اور توضیح الافکار میں تفصیل سے مذکور ہے۔ ہم اس کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔

"ایسی مشہور کتاب جو اپنی شہرت کی وجہ سے ہم سے لے کر مصنف تک اسناد کے اعتبار کرنے سے مستغنی ہو جیسے مسانید وسنن ہیں کہ ان کو اپنے مؤلف کی طرف منسوب ہونے کے لیے کسی معین اسناد کی ضرورت نہیں ایسی کتاب کا مصنف جب کوئی حدیث بیان کرے کہ اس میں تمام شرطیں موجود ہوں اور ایک باخبر اور پکا محدث اس میں کوئی علت نہ پائے تو اس پر صحت کا حکم دینا ممنوع نہیں اگرچہ متقدمین سے کسی ایک شخص نے بھی اس کی تصریح نہ کی ہو۔"

پھر ابن صلاح کا بیان اس بات کا مقتضی ہے کہ متقدمین کی تصحیح قبول کی جائے اور متاخرین کی رد کر دی جائے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بعض اوقات صحیح حدیث کو رد کر دینا پڑیگا اور جو صحیح نہ ہوگی اُسے قبول کرنا ہوگا کیونکہ ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ متقدمین میں سے کسی نے اس کو صحیح کہا ہے مگر بعد کے کسی امام کو اس میں ایسی علت قادحہ پر اطلاع ہوگئی جس سے اس کی صحت کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ خصوصاً جبکہ اس متقدم کی رائے میں حسن اور صحیح میں فرق نہ ہو جیسے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان[۱]"

حدیث صحیح کی تعریف خود ابن صلاح کے الفاظ میں یہ ہے۔

"حدیث صحیح وہ حدیثِ مسند ہے جس کی اسناد بذریعہ ایک عدل ضابط کے جو دوسرے عدل ضابط سے ناقل ہو اخیر تک متصل ہو اور نہ شاذ ہو نہ معلل" مث

اب جس حدیث میں یہ سب صفات موجود ہوں اس کو صحیح نہ کہنا کیا معنی ایسی صورت میں صحیح کی یہ تعریف جو خود اُنھوں نے کی ہے صحیح نہیں رہیگی کہ اپنے تمام افراد پر صادق نہیں۔ (باقی آئندہ)

---

[۱] تدریب الراوی ص ۴۷۔